جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۱۶)

(گزشتہ سے پیوستہ)

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ: اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ، وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ، لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ، قُلْ: اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ، اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ

اوراہل کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے، اُس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اُس کا انکار کر دیا کرو تا کہ وہ بھی برگشتہ ہوں[۱۳۳]، اور اپنے مذہب والوں کے سوا کسی کی بات نہ مانا کرو ـــــ اِن سے کہہ دو، (اے پیغمبر) کہ ہدایت تو اصل میں اللہ کی ہدایت ہے[۱۳۴] ـــــ (اِس لیے نہ مانا کرو کہ) مبادا اِس طرح کی چیز

[۱۳۳] یہ انھی چالوں میں سے ایک چال ہے جو یہود نے اپنے اس منصوبے کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مقابلے میں چلیں کہ آپ کے ساتھی بن کر آپ کو اور آپ کی دعوت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ استاذ امام اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

> ’’...ان میں سے ایک چال یہ بھی تھی کہ ان کے لیڈروں نے اپنے کچھ آدمیوں کو اس بات کے لیے تیار کیا کہ وہ پہلے اپنے ایمان و اسلام کا اظہار و اعلان کر کے مسلمانوں کے اندر شامل ہوں، پھر اسلام کی کچھ خرابیوں کا اظہار کر کے اس سے علیحدگی اختیار کر لیا کریں۔ اس کا فائدہ انھوں نے ایک تو یہ سوچا ہوگا کہ اس طرح بہت سے جدید العہد مسلمانوں کا اعتماد اسلام پر سے متزلزل ہو جائے گا، وہ یہ سوچنے لگیں گے کہ فی الواقع اسلام میں کوئی خرابی ہے جس کے سبب سے یہ پڑھے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ، قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ، وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ، وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾

کسی اور کو بھی مل جائے جو تمھیں ملی ہے[۱۳۵] یا تم سے وہ تمھارے پروردگار کے حضور میں حجت کر سکیں[۱۳۶]۔ اِن سے کہہ دو کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، جسے چاہتا ہے، عطا کر دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت اور بڑے علم والا ہے[۱۳۷]۔ وہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیتا ہے اور اُس کا فضل بہت بڑا ہے[۱۳۸]۔ ۷۲-۷۴

لکھے لوگ اسلام کے قریب آ کر اس سے بدک جاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس تدبیر سے وہ خود اپنی قوم کے عوام کو اسلام کے اثر سے بچالے جائیں گے، جب وہ یہ دیکھیں گے کہ ان کی اپنی قوم کے کچھ پڑھے لکھے لوگ اسلام کو آزما کر چھوڑ چکے ہیں تو ان کی وہ رغبت کمزور ہو جائے گی جو اسلام اور مسلمانوں کی کشش کے سبب سے ان کے اندر اسلام میں داخل ہونے کے لیے پیدا ہوتی تھی۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۱۱۹)

[۱۳۴] یہ ٹکڑا سلسلۂ کلام کا جز نہیں ہے، بلکہ جملۂ معترضہ ہے جس سے ایک غلط بات کی برسر موقع تردید فرما دی گئی ہے۔ اصل سلسلۂ کلام اس طرح ہے: 'ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم ان یوتی احد' اور 'ان' سے پہلے 'مخافۃ' یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ عربیت کے اسلوب پر حذف ہو گیا ہے۔ یہود جن لوگوں کو اپنے منصوبے کے مطابق ایمان لانے کے لیے بھیجتے تھے، انھیں بڑی شد و مد کے ساتھ یہ تاکید بھی کر دیتے تھے کہ بنی اسرائیل سے باہر وہ کسی پیغمبر کی تصدیق نہ کریں۔ ان کی تمام ضلالت چونکہ اسی ایک بات پر مبنی تھی، اس لیے قرآن نے برسر موقع انھیں ٹوک دیا ہے کہ تعصب کا یہ کیسا جنون ہے جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے، خواہ وہ کسی اسرائیلی پیغمبر سے ملے یا اسماعیلی سے۔ ہر شخص کو اسی کا طالب ہونا چاہیے۔ نجات اگر حاصل ہو گی تو اسی سے ہو گی۔ اس کا ذریعہ یہودیت یا نصرانیت نہیں ہے۔

[۱۳۵] یعنی ایسا نہ ہو کہ مذہبی قیادت کا جو منصب اس وقت تمھیں حاصل ہے، وہ کسی دوسرے کو بھی حاصل ہو جائے۔ اس سے اشارہ بنی اسمٰعیل کی طرف ہے جن کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی۔ قرآن نے اسے مبہم اس لیے رکھا ہے کہ یہود یہ بات زبان سے نہیں کہتے تھے۔

[۱۳۶] یہ ان کے اس احمقانہ اندیشے کی طرف اشارہ ہے کہ اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کوئی بات ان کے کسی آدمی کی زبان سے نکل گئی تو مسلمان اسے قیامت کے دن ان کے خلاف حجت بنائیں گے۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ، وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ، اِلَّا مَادُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا
فِی الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ، وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ، وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى،

(تم اِن سے توقع رکھتے ہو کہ تمھارے پیغمبر کے معاملے میں یہ انصاف کی بات کہیں گے)[۱۳۹] اور (اِدھر صورت حال یہ ہے کہ) اہل کتاب میں وہ لوگ بھی ہیں کہ اگر تم مال و دولت کا ڈھیر اُن کے پاس امانت رکھ دو تو وہ تمھیں ادا کر دیں گے اور وہ بھی ہیں کہ اگر تم ایک دینار بھی اُن کی امانت میں دے دو تو جب تک اُن کے سر پر سوار نہ ہو جاؤ، وہ اُس کو تمھیں ادا نہ کریں گے۔[۱۴۰] یہ اِس وجہ سے کہ اُنھوں نے کہہ رکھا ہے کہ اِن امیوں کے معاملے میں ہم پر کوئی الزام نہیں ہے۔[۱۴۱] اور (حقیقت یہ ہے کہ) وہ جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ

---

[۱۳۷] یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے تمھارے فیصلوں کی طرح تعصّبات پر مبنی نہیں ہوتے کہ ان میں کسی اور کے لیے گنجایش ہی نہ رہے۔ وہ بڑی وسعت اور بڑے علم والا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کون کس چیز کا مستحق ہے اور کون مستحق نہیں ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

[۱۳۸] اس جملے میں جن دو باتوں کی طرف اشارہ ہے، ان کی وضاحت استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس طرح فرمائی ہے:

> ''...ایک تو اس بات کی طرف کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ایک عظیم اور بے پایاں برکت و رحمت ہے۔ دوسری اس بات کی طرف کہ یہ بنی اسمٰعیل پر اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام ہے کہ اس نے ان کے خاندان کو اس عظیم اور عالم گیر برکت کے ظہور کے لیے منتخب فرمایا۔ اس سے لازمی نتیجہ کے طور پر دو باتیں نکلتی ہیں: ایک یہ کہ بنی اسمٰعیل پر یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم انعام کی قدر کریں اور اس کے شکر گزار رہوں۔ دوسری یہ کہ بنی اسرائیل کے غصہ اور حسد کے علی الرغم اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم برکت سے امیوں کو نوازا۔ وہ جس کو چاہے اپنی رحمت کے لیے خاص کرے، اس کی مشیت میں خود اس کی حکمت کے سوا اور کسی کو بھی دخل نہیں ہے۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۱۲۲)

[۱۳۹] یعنی وہ پیشین گوئیاں پوری دیانت داری کے ساتھ بیان کر دیں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق ان کے پیغمبروں نے کی تھیں اور جن کے وہ امین بنائے گئے تھے۔

[۱۴۰] یہ قرآن نے دین و شریعت کے معاملے میں ان کی خیانت کا سبب بیان کیا ہے کہ جو لوگ دنیا کی اس متاع حقیر کو ادا کرنے میں لیت و لعل کرتے ہیں، وہ اتنی بڑی امانت کس طرح ادا کریں گے اور دنیا کے سامنے نبی

باندھتے ہیں۔ ہاں، کیوں نہیں؟[142] (اللہ کا طریقہ تو یہ ہے کہ) جو اُس کے عہد کو پورا کرے اور پرہیزگار رہے، (وہ اُسے محبوب ہے)، اس لیے کہ اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔[143] ۷۵-۷۶

امی کی صداقت کی گواہی کس طرح دیں گے؟ تاہم یہ بات بھی قرآن نے اس کے ساتھ واضح کر دی ہے کہ ان میں سے جو لوگ امانت دار ہیں، وہ اس معاملے میں پیچھے نہیں رہیں گے اور جلد یا بدیر آپ کی تصدیق کر کے اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہو جائیں گے۔

[۱۴۱] یہود کا نظریہ تھا کہ تورات میں دوسروں کا مال باطل طریقوں سے کھانے کی جو ممانعت بیان ہوئی ہے، اس کا تعلق غیر قوموں سے نہیں ہے۔ بنی اسمٰعیل کو وہ امی کہتے اور انھی قوموں میں شامل سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کے بارے میں بھی ان کے مولویوں کا فتویٰ یہی تھا کہ ان کا مال ہڑپ کر جانا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کی اجازت دے رکھی ہے۔

[۱۴۲] یعنی کیوں الزام نہیں ہے؟ اللہ کا قانون سب کے لیے یکساں ہے۔ بدعہدی اور خیانت جس کے ساتھ بھی کی جائے، ہر حال میں ممنوع ہے۔ اللہ نے اس کی اجازت کبھی کسی شخص یا قوم کو نہیں دی ہے۔

[۱۴۳] اس جملے میں جواب شرط حذف ہے جسے ہم نے کھول دیا ہے۔ یہود کی جو باتیں اوپر نقل ہوئی ہیں، یہ ان پر استدراک ہے۔ استاذ امام اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

> ''... مطلب یہ ہے کہ یہود کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ان کے لیے خدا کے ہاں کوئی خاص مرتبہ ومقام ہے جس کے سبب سے وہ دوسروں سے بالاتر اور امیوں کے معاملے میں ذمہ داریوں سے بری ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اللہ کے ہاں جو مرتبہ ومقام بھی ہے، وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو خدا سے باندھے ہوئے عہد کو پورا کریں اور ہر طرح کے حالات میں اس عہد کے تحت قائم کردہ حدود کی نگہداشت کریں۔ جن لوگوں کی روش یہ ہوگی، وہ اللہ کے نزدیک متقی ہیں اور اللہ ایسے ہی متقی بندوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو لوگ خدا کے عہد اور اس کے حدود کو توڑنے میں بے باک ہیں اور اس کے باوجود تقویٰ اور محبوب الٰہی ہونے کے مدعی ہیں، وہ محض خیالی پلاؤ پکا رہے ہیں۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۱۲۴)

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org